28

ہندوستان کے سات مقامات میں مراکزِ تبلیغ بنانے کی ضرورت

(فرمودہ 21 جولائی 1944ء بمقام ڈلہوزی)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"بعض اصول ایسے ہوتے ہیں جو ابتدا میں بظاہر چھوٹے نظر آتے ہیں لیکن اپنے خواص کے لحاظ سے اور اپنے فوائد کے لحاظ اور اپنے نتائج کے لحاظ سے وہ بہت وسیع ہوتے ہیں۔ ان کی مثال بالکل ایک بیج کی سی ہوتی ہے کہ جس طرح ایک گٹھلی بوئی جاتی ہے اور اس گٹھلی کے بوئے جانے کے فعل کو ہر ایک شخص اتنا حقیر جانتا ہے کہ اس کو قابلِ توجہ بھی خیال نہیں کرتا۔ مگر اُسی بیج اور اُسی گٹھلی کے نتیجہ میں چند سال کے بعد ایک بڑا بھاری درخت تیار ہو جاتا ہے جس کے نیچے سینکڑوں آدمی آرام کرتے، اس کے نیچے بسیرا کرتے اور اس کے سایہ سے راحت حاصل کرتے ہیں۔ بعض گاؤں میں تو وہ پبلک ہال کا کام دیتا ہے۔ ان لوگوں کے پاس اِتنا روپیہ اور اِتنی توفیق تو نہیں ہوتی کہ وہ ہال کمرے بنوا سکیں اِس لیے وہ بَڑ کے درخت کے نیچے یا پیپل کے درخت کے نیچے جمع ہو جاتے ہیں۔ وہی اُن کا پبلک ہال ہوتا ہے۔

وہی مہمانوں کو دن کے وقت ٹھہرانے کی جگہ ہوتی ہے اور وہیں ان کی مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ اب یہ کتنا بڑا فائدہ ہے مگر یوں دیکھو تو بڑ کا بیج اِتنا چھوٹا اور رائی کے دانے کے برابر ہوتا ہے کہ اُس کو دیکھ کر کوئی شخص یہ خیال بھی نہیں کر سکتا کہ اِس سے اتنا بڑا درخت نکل آئے گا۔

یہی حال ہم کو انسانوں میں بھی نظر آتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انسانی نطفہ کتنی حقیر چیز ہے مگر اِس حقیر قطرہ سے بڑے بڑے پہلوان، بڑے بڑے طاقتور، بڑے بڑے عالم و فاضل اور بڑے بڑے سیاستدان پیدا ہوتے ہیں۔ اِسی طرح بعض حکمتوں کا بھی اِسی اصل سے تعلق ہے کہ جسم کے لحاظ سے تو نہیں مگر اپنی حکمت کے لحاظ سے بعض چیزیں نشوونما پانے والی ہوتی ہیں۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ 1 سب سے پہلا مکان جو خدا تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے فائدہ اور ہدایت کے لیے بنایا وہ مکہ میں ہے۔ اب وہ مکان جو مکہ میں بنایا گیا ہے کوئی جسمانی شان نہیں رکھتا اور کوئی ظاہری شوکت اُس میں نہیں پائی جاتی۔ معمولی پتھر کا ایک مکان ہے۔ اسی قسم کے پتھروں کے بعض مکان اس سے زیادہ قیمتی اور ظاہری لحاظ سے اس سے زیادہ شان رکھتے ہیں۔ مگر وہ مکان جو کہ آج سے نہ معلوم تین ہزار سال پہلے یا چار ہزار سال پہلے یا پانچ ہزار سال پہلے یا دس ہزار سال پہلے کب بنایا گیا تھا بہر حال خدا فرماتا ہے اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ کہ یہ پہلا مکان ہے جو بنی نوع انسان کے فائدہ کے لیے مکہ میں بنایا گیا ہے۔ کس شان و شوکت کا مالک ثابت ہوا ہے۔ پس خواہ اس کے یہ معنے کریں کہ نماز کے لیے پہلا مکان تھا جو تیار کیا گیا ہے، خواہ یہ معنے کریں کہ اجتماعی نماز کے لیے یہ پہلا مکان تھا جو تیار کیا گیا ہے اس کی شان بے مثل نظر آتی ہے۔ میرے نزدیک اِس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سے پہلے کوئی اَور مکان نہیں تھا جس میں عبادت ہوتی تھی۔ بلکہ اِس کے یہ معنے ہیں کہ ایسی عبادت کے لیے یہ پہلا مکان ہے جو اجتماعی رنگ اپنے اندر رکھتی ہے۔ عبادت تو پہلے بھی ہوتی تھی۔ لیکن انفرادی طور پر کسی جگہ پر جا کر عبادت کرنا اَور چیز ہے اور ایک جگہ پر مل کر اکٹھے عبادت کرنا بالکل اَور چیز ہے۔ جیسے مندر میں جا کر عبادت کرنا اجتماعی نہیں کہلا سکتا کیونکہ وہاں ایک ہی وقت میں سب جمع ہو کر

عبادت نہیں کرتے بلکہ جو آیا ماتھا ٹیکا اور چلا گیا مگر یہ اجتماعی عبادت کے لیے پہلا گھر ہے جو مکہ میں بنایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس آیت کے یہ بھی معنے ہو سکتے ہیں کہ عبادتوں کے لیے تو اَور بھی مکان تھے مگر جو مکان ساری دنیا کے لیے بنایا گیا تھا، جس میں ہر اسود و احمر، ہر جاہل و عالم، مشرقی و مغربی، سامی اور آرین تمام قوموں کی آمد مدّ نظر تھی وہ مکہ میں ہی تعمیر کیا گیا تھا۔

اگر کوئی کہے کہ یہ جو کہا گیا ہے اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ کہ یہ پہلا مکان ہے جو لوگوں کے فائدہ کے لیے بنایا گیا ہے تو کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ اس کے بعد اَور مکان بھی اِسی غرض سے بنائے جائیں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان الفاظ میں بھی پیشگوئی کی گئی تھی کہ اس کے بعد اس غرض کو پورا کرنے کے لیے اور مکانات بھی بننے والے ہیں۔ مگر ایسے سب مکانوں میں سے پہلا مکان یہ ہے۔ ہو سکتا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کو عالمگیر عبادت گاہ قرار دیتے اور آپ اس میں کامیاب نہ ہوتے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ بِبَکَّۃَ میں بتایا ہے کہ یہ مکان اپنی شان کے لحاظ سے پہلا تو ہے مگر آخری نہیں۔ بلکہ اس کی نقل پر اَور بھی عمارتیں بنیں گی جو اس کی قائم مقام ہوں گی اور جس طرح یہ مکان ھُدًی لِّلنَّاسِ ہے اسی طرح وہ بھی ھُدًی لِّلنَّاسِ ہوں گی۔ خدا تعالیٰ کی فرمائی ہوئی یہ بات ایسی درست اور صادق ثابت ہوئی کہ دنیا بھر میں کعبہ کے نقش پر عمارتیں بن رہی ہیں۔ کوئی بستی ایسی نہیں (سوائے اس کے کہ وہاں کے حالات روک ہوں) جہاں مساجد کا سلسلہ نہ ہو۔ بعض جگہ اتنی بڑی بڑی مسجدیں ہیں جو ظاہری وسعت کے لحاظ سے خانہ کعبہ کے برابر ہیں۔ مَیں نے مصر میں مسلمانوں کے زمانہ کی بنی ہوئی مسجدیں دیکھی ہیں جن میں سے مسجد عمرو بہت بڑی مسجد ہے۔ عمرو بن العاص نے اس کو بنایا تھا اس لیے اِس کو مسجد عمرو کہتے ہیں۔ اب تو وہ ویران ہے اور اس کے ارد گرد آبادی نہیں لیکن اس کو دیکھنے سے پتہ لگتا ہے کہ جب کبھی وہ آباد تھی ایک وقت میں ایک لاکھ آدمی اس میں کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا تھا۔ وہ اتنی وسیع مسجد ہے کہ اتنی وسیع مسجد ہندوستان میں کوئی نہیں۔ پھر لاہور کی شاہی مسجد ہے جو غالباً ہندوستان کی سب سے بڑی مسجد ہے۔ پھر دہلی کی جامع مسجد ہے۔ پھر کئی اَور بھی ہیں۔ پس یہ ساری کی ساری مساجد اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ کی پیشگوئی کو پورا کرنے والی ہیں کہ یہ گھر

جو خدا نے تمام لوگوں کی ہدایت کے لیے مکہ میں بنایا ہے۔ یہ پہلا گھر ہے آخری نہیں۔ اِس کی نقل اور اتباع میں اَور کئی گھر بنیں گے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے سے بڑے شہروں سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے گاؤں میں بھی یہ پیشگوئی نہایت وضاحت اور شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ حتّٰی کہ جس گاؤں میں صرف دس بیس مسلمان رہتے ہوں وہاں بھی ایک چھوٹی سی کچی مسجد اس پیشگوئی کے سچا ہونے کی شہادت دے رہی ہوتی ہے۔

پس اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ میں یہ زبردست پیشگوئی تھی کہ یہ گھر بطور بیج اور گٹھلی کے ہے اور جو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ مسلمان ایک جگہ محدود ہو کر رہ جائیں گے یا ہم اس تحریک کو تباہ کر دیں گے یا یہ سمجھتے تھے کہ مسلمان اس جگہ سے باہر نہیں پھیلیں گے اور مٹ جائیں گے۔ ان سب کو یہ اعلان کر کے بتا دیا کہ تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ کیونکہ مکہ کا یہ گھر جسے خدا تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے تمام بنی نوع انسان کی عبادت کے لیے مقرر فرما دیا ہے یہ پہلا تو ہے مگر آخری نہیں۔ بلکہ اس کے نقش پر اور اس کی اتباع میں اَور کئی گھر بنیں گے جن میں ہر اسود و احمر، مشرقی اور مغربی، کالے اور گورے، امیر اور غریب ہر قسم کے لوگوں کے لیے سکون اور راحت کا سامان ہو گا۔ سب اکٹھے مل کر ان میں نماز پڑھیں گے اور ان میں کالے اور گورے، امیر اور غریب، مشرقی اور مغربی، کے درمیان کوئی امتیاز اور کوئی افتراق نہیں ہو گا۔ بلکہ وہ جگہیں هُدًى لِلنَّاسِ ہوں گی۔ ان میں تمام بنی نوع انسان کا حق مشترک طور پر قائم ہو گا۔

مَیں نے دیکھا ہے کہ پہاڑوں میں بعض اتنی چھوٹی چھوٹی مساجد ہوتی ہیں کہ ان میں بمشکل تین چار آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ بس ایک چھوٹی سی محراب ہوتی ہے جو کسی چھوٹے سے کونے میں بنی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ تمام مسجدیں ان کی ایک ایک اینٹ اور ان کو لگی ہوئی مٹی کا ایک ایک ذرہ اِس اعلان اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ کی تصدیق کر رہا ہوتا ہے کہ عبادت کا گھر مکہ میں پہلا ہے آخری نہیں۔ یہ پھیلے گا اور پُھولے گا اور ساری دنیا میں اِس کی نسل پھیل جائے گی۔ پہاڑوں کی چوٹیاں، دریاؤں کے موڑ، جنگلوں کی چھوٹی چھوٹی بستیاں جہاں پر اس پہلے گھر کی اتباع میں مسجدیں بنائی گئی ہیں ان کی ایک ایک اینٹ اور ایک ایک ذرہ اس بات کی گواہی

دیتا ہے کہ یہ پیشگوئی بالکل سچی اور عظیم الشان طور پر پوری ہوئی۔

اس پیشگوئی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا اہم سمجھا کہ اس کو پورا کرنے کے لیے کہ یہ گھر اوّل ہے آخری نہیں آپ کی ایک حدیث ہے۔ اِس مضمون کی اَور بھی کئی حدیثیں ہیں مگر اِس وقت جس کو بیان کرنے کا میرا منشاء ہے وہ حدیث احمد بن حنبلؒ نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے۔ جو یہ ہے کہ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَنَّہٗ قَالَ مَنْ بَنٰی بَیْتاً لِلّٰہِ وَلَوْ کَمَفْحَصِ الْقَطَاۃِ لِلْبِیْضِ فَبَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ**2** کہ جو شخص خدا کے لیے گھر بناتا ہے خواہ وہ اتنا چھوٹا ہو کہ بھٹ تیتر**3** کے انڈا دینے کے لیے زمین کھودنے کی جگہ کے برابر ہو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔ شراح اِس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ بھٹ تیتر کے انڈا دینے کے لیے کھودی ہوئی جگہ کی مثال کو یہاں پر اِس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ وہ بہت چھوٹی سی ہوتی ہے۔ پس اگر کوئی چھوٹی سی مسجد بھی بنائے گا تو اس کا بھی اُسے ثواب ملے گا۔ گویا مبالغہ کے طور پر بھٹ تیتر کے انڈا دینے والی جگہ کو بیان کیا ہے کہ خواہ کوئی کتنی ہی چھوٹی مسجد بنائے خدا تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس کا جنت میں گھر بنائے گا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ**4** کے مطابق ہر شخص کو اس کی نیت کے برابر بدلہ ملتا ہے۔ اگر ایک جگہ پر پانچ سات آدمی ہیں اور اُن کو اِتنی ہی توفیق ہے کہ وہ دو چار گز کی مسجد بنالیں تو خدا تعالیٰ ان کی نیت کے موافق ان کو بدلہ دے گا۔ کیونکہ ان کی نیت بڑی مسجد بنانے کی تھی لیکن ان کے پاس مال نہیں تھا اور نہ اتنے نمازی تھے کہ وہ بڑا گھر بناتے۔ پس اگر انہوں نے اپنے گاؤں کی ضرورت کے مطابق اور اپنی وسعت کے مطابق خدا کا گھر بنا دیا تو خدا تعالیٰ بھی اپنی وسعت کے مطابق ان کو جنت میں گھر دے گا۔ کیونکہ بندے نے اپنی وسعت کے مطابق گھر بنانا ہے اور خدا نے اپنی وسعت کے مطابق۔ اس لیے چاہے بندے نے دو انچ کی جگہ کے برابر خدا تعالیٰ کا گھر بنایا ہو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو وسیع محل دیا جائے گا۔ بہر حال خدا وہی بنائے گا جو اس کی شان کے مطابق ہے۔ دیکھو! بادشاہ اگر کسی کو خلعت دے گا تو وزیر کو وزیر کے درجہ کے مطابق دے گا، امیر کو امیر کے درجہ کے مطابق دے گا اور خادم کو خادم کے درجہ کے مطابق دے گا

اور جہاں وہ لینے والوں کے درجہ کو مد نظر رکھے گا وہاں خلعت دیتے وقت وہ اپنی شان کو بھی مد نظر رکھے گا۔ بادشاہ سے اُتر کر اگر کوئی اَور شخص انعام دے گا تو وہ بادشاہ سے کم دے گا مگر حفظِ مراتب کو وہ بھی اپنے درجہ کے مطابق ملحوظ رکھے گا۔ غرض جب بھی کوئی کسی کو انعام دیتا ہے اس میں دینے والے کی حیثیت کو بھی مد نظر رکھا جاتا ہے اور لینے والے کی حیثیت کو بھی مد نظر رکھا جاتا ہے۔ پس اس حدیث کے بعض نے یہ معنے کیے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہر اُس انسان کو جو خدا کے لیے گھر بناتا ہے اُس کی نیت اور حیثیت کے مطابق بدلہ دے گا مگر اپنی شان کو بھی مد نظر رکھے گا۔ اگر کوئی چھوٹی سی مسجد بناتا ہے تو خدا تعالیٰ قیامت کے دن بہت بڑا محل اس کو دے گا۔

بعض نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے جو میرے نزدیک بہت عمدہ ہے کہ ظاہری لفظوں سے صرف اتنا پتہ لگتا ہے کہ جو شخص بھٹ تیتر کے انڈا رکھنے کی جگہ کے برابر مسجد بنائے خدا تعالیٰ اُس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔ لیکن بھٹ تیتر کی کھودی ہوئی جگہ کے مطابق بنائی ہوئی مسجد اتنی چھوٹی ہوگی کہ اُس میں ایک آدمی بھی کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکے گا۔ پس اِس مثال کے استعمال میں ضرور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کوئی حکمت رکھی ہے۔ اور وہ حکمت وہ یہ بتاتے ہیں کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف اتنا ہی فرما دیتے کہ جو شخص خدا کے لیے گھر بنائے گا خدا تعالیٰ اُس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا تو پھر ایسی صورت میں صرف امراء یا صاحبِ توفیق لوگ ہی اس میں حصہ لے سکتے تھے۔ اِس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ الفاظ بیان فرما کر اِس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ مسجد کا ایک حصہ بھی مسجد ہی ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص مسجد بنانے میں اِتنا حصہ لیتا ہے جتنی کہ بھٹ تیتر کے بیٹھنے کی جگہ ہوتی ہے تو وہ گویا خدا کا گھر بنانے کے ثواب میں شریک ہے اور اس کے لیے خدا تعالیٰ جنت میں گھر بنائے گا۔ گویا اِس حدیث سے یہ بتایا ہے کہ صرف اُس شخص کو جنت میں گھر نہ ملے گا جو اکیلا مسجد بنائے بلکہ ہر وہ شخص جو کسی مسجد کی تعمیر کے چندہ میں حصہ لیتا ہے اُسے بھی جنت میں گھر ملے گا خواہ اس کے چندہ سے مسجد کا ایک انچ ٹکڑا ہی کیوں نہ بنا ہو۔ میرے نزدیک بھی یہ معنے بہت لطیف ہیں۔ کیونکہ کثرت کے ساتھ مساجد چندہ سے ہی

بنتی ہیں۔ ورنہ اگر یہ صورت نہ ہو تو صرف بادشاہوں اور امیروں کے لیے ہی جنت میں گھر بنیں اور غریب محروم رہ جائیں۔ مگر ان معنوں کے لحاظ سے غریب کا بھی حصہ ہو جاتا ہے۔ اگر اس نے ایک آنہ چندہ دیا ہے یا دو آنے چندہ دیا ہے تو گویا اُس نے مسجد کا اُتنا حصہ بنا دیا جو بھٹ تیتر کے انڈا رکھنے کے لیے کھودی ہوئی جگہ کے برابر ہے اور اِس طرح وہ بھی خدا کے نزدیک جنت میں گھر لینے کا مستحق بن گیا۔ خدا تعالیٰ اُس کو یہ نہیں کہے گا کہ تم نے ایک کمرہ نہیں بنایا اِس لیے تمہیں جنت میں گھر نہیں ملے گا، تم نے صحن نہیں بنایا اِس لیے تمہیں جنت میں گھر نہیں ملے گا، تم نے دیوار نہیں بنائی اِس لیے تمہیں جنت میں گھر نہیں ملے گا۔ بلکہ اگر مسجد کے بنانے میں اُس نے بھٹ تیتر کے انڈا کے رکھنے کی جگہ کے برابر بھی حصہ لیا ہو گا تو خدا تعالیٰ جنت میں اُس کا وسیع گھر بنائے گا۔

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لَوْ کَمَفْحَصِ الْقَطَاۃِ کا لفظ رکھ کر فرمایا کہ یہ نہیں کہ صرف امیروں کو ہی بدلہ ملے گا بلکہ ہر ایک کو اُس کے حصہ کے مطابق بدلہ ملے گا۔ حتّٰی کہ اگر کسی نے ایک انچ کے برابر بھی مسجد بنانے میں حصہ لیا ہے تو وہ بھی ضائع نہ جائے گا۔ بلکہ اُس کو اس کا بدلہ ملے گا۔ اگر کوئی پیسہ یا دو پیسے چندہ دیتا ہے تو اس کے حصہ میں ایک انچ کے برابر جگہ تو ضرور آ ہی جائے گی۔ گویا حقیر سے حقیر چندہ دینے والے کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت میں گھر ملنے کا وعدہ دے کر سب کو آمادہ کیا کہ جس کو زیادہ توفیق ہے وہ زیادہ قربانی کرے۔ امیر اور صاحبِ توفیق اپنی طاقت کے مطابق حصہ لے اَور غریب اپنی طاقت کے مطابق حصہ لے۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ دونوں معنے جو اوپر بیان ہوئے ہیں اپنی اپنی جگہ پر درست اور صحیح ہیں۔ اگر کوئی اکیلا خدا کا گھر بناتا ہے تو اُس کو بھی خدا تعالیٰ جنت میں گھر دے گا اور اگر چند آدمی مل کر بناتے ہیں تو اُن کو بھی خدا تعالیٰ جنت میں گھر دے گا۔ اور اگر اُس کے بنانے میں کسی شخص کا بھٹ تیتر کے انڈا رکھنے کے لیے کھودی ہوئی جگہ کے برابر حصہ ہے تو خدا تعالیٰ اُس کے لیے بھی جنت میں گھر بنائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ بھٹ تیتر کے انڈا رکھنے کی جگہ کے برابر۔ اِس میں بھی ایک لطیف اشارہ پایا جاتا ہے۔

آپ یہ بھی فرما سکتے تھے کہ جو شخص ایک بالشت کے برابر یا اس کے دسویں حصہ کے برابر خدا تعالیٰ کا گھر بناتا ہے۔ خدا تعالیٰ اُس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔ مگر انڈا رکھنے کی جگہ کے الفاظ استعمال کر کے جو لفظ مَسْکَن پر دلالت کرتا ہے اِس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ مسجد کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ انڈا سینے کی جگہ۔ وہاں سے پرندوں کی نسل چلتی ہے۔ اِسی طرح مسجد سے روحانی پرندوں کی نسل چلتی ہے اور صداقت کے پھیلانے کے لیے وہ ایک مرکز ہوتی ہے۔ پس مَفْحَصُ الْقَطَاةِ لِلْبِيْضِ کے الفاظ نے معنوں کو اَور زیادہ وسیع کر دیا۔ بالشت کا لفظ استعمال کرنے سے مضمون تو اَور ہو جاتا۔ مگر یہ خوبی نہ رہتی۔

پس میرے نزدیک اس حدیث میں اوپر کے دونوں معنوں کے علاوہ ایک اَور لطیف مضمون ادا ہوا ہے جس کی طرف شراح کی نظر نہیں گئی۔ مَفْحَصُ الْقَطَاةِ لِلْبِيْضِ کہہ کر مسجد کو روحانی پرندوں کی نسل کے پھیلنے کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ بھٹ تیتر جب انڈا رکھنے کے لیے جگہ کھودتے ہیں تو اُس جگہ پھر ان انڈوں کو سیتے ہیں، ان پر بیٹھ کر ان کو گرمی پہنچاتے ہیں، ان میں سے بچے نکلتے ہیں۔ پھر وہ ان کی پرورش کرتے ہیں اور پھر بڑے ہو کر وہ بچے بھی اِسی طرح کرتے ہیں۔ پس میرے نزدیک یہ ایک اَور لطیف مضمون ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ مساجد تبلیغِ اسلام کے لیے ایسی ہی ہیں جس طرح کہ انڈے سینے کی جگہ ہوتی ہے۔ جس طرح جانور انڈوں کو سیتا ہے اور پھر اس سے بچہ نکالتا ہے۔ پھر اس بچہ سے اِسی طرح اَور بچے نکلتے ہیں اور ان سے پھر آگے اَور بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اِسی طرح مساجد کے ذریعہ سے اسلام کی نسل پھیلتی ہے۔ پس اگر کوئی شخص مسجد بناتا ہے تو یقیناً وہ جنت میں گھر لینے کا مستحق ہے۔ کیونکہ جو دوسروں کو خدا کے گھر میں لاتا ہے وہ بھلا خود کیونکر خدا کے گھر سے باہر رہ سکتا ہے۔ انڈے کے لفظ سے اِس طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ مسجد تبلیغ کا مرکز ہوتی ہے۔ جو لوگ بھی مسجد میں آئیں گے وہ فائدہ اٹھائیں گے۔ تو پھر یہ شخص جس نے مسجد بنائی اور اِس فائدے کا موجب بنا یہ تو خدا کے حضور سے باہر رہ سکتا ہی نہیں۔ اگر کسی شخص کا بچہ گم ہو جاتا ہے اور ایک شخص اُس کو اٹھا کر اُس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دیتا ہے تو کیا تم خیال کرتے ہو کہ گھر والے اُس شخص سے یہ کہیں گے کہ بچہ تو

ہمارے حوالہ کر دو اور تم گلی میں کھڑے رہو۔ کوئی بے شرم انسان نہیں۔ جس کا کھویا ہوا بچہ اُس کو واپس مل جائے اور وہ بچہ لانے والے کو یہ کہے کہ بچہ تو مجھے دے دو اور تم خود باہر گلی میں کھڑے رہو۔ کوئی ذلیل سے ذلیل اور کمینہ سے کمینہ انسان بھی ایسا نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہ اُس شخص کا ممنون ہو گا۔ اس کو چارپائی پر بٹھائے گا اور اُس کی خاطر تواضع کرے گا اور اگر وہ باہر کا رہنے والا ہو گا تو اُسے کہے گا کہ آج آپ یہی رہیں اور اُس کو اصرار کے ساتھ اپنے پاس بٹھائے گا اور اُس کی عزت کرے گا۔ خدا تعالیٰ بھی فرماتا ہے کہ جو شخص دین سے بے بہرہ ہے اور سچے دین کو بُھول چکا ہے اور اُس کا مجھ سے محبت کا تعلق نہیں رہا ایسے سب انسان میرے بُھولے ہوئے بچے ہیں۔ جو کوئی ان کو واپس لاتا ہے وہ ایسا ہی ہے جس طرح کہ ایک گمشدہ اور بُھولے ہوئے بچے کو والدین سے لا کر ملا دیتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِس کی مثال بدر کے موقع پر بیان فرمائی ہے۔ بدر کے موقع پر ایک عورت کا بچہ گم ہو گیا۔ جنگ کے بعد آپ صحابہؓ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ عورت کبھی اِدھر بھاگی بھاگی جاتی اور کبھی اُدھر جاتی۔ جنگ کا میدان بڑا وسیع اور پھیلا ہوا تھا۔ وہ اس وسیع میدان میں دَوڑتی پھرتی تھی۔ اگر راستہ میں اسے کوئی بچہ مل جاتا تو وہ اُسے گلے سے لگا لیتی۔ کچھ دیر اُس سے پیار کرتی اور پھر اُس کو چھوڑ کر آگے چلی جاتی۔ پھر اَور کوئی بچہ مل جاتا تو وہ اس کو بھی گلے سے لگا لیتی اور تھوڑی دیر پیار کر کے پھر اُسے چھوڑ کر آگے بھاگ جاتی۔ یہاں تک کہ پھرتے پھراتے اُسے اپنا بچہ مل گیا اور وہ اُس کو گلے سے لگا کر اطمینان کے ساتھ بیٹھ گئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو دیکھا اور صحابہؓ کو اشارہ کیا کہ اس عورت کی طرف دیکھ۔ یہ اپنے بچے کے لیے کس طرح بیتاب تھی کہ کسی طرح اِس کا بچہ مل جائے اور اس جنون میں جو بچہ بھی اسے مل جاتا تھا اُسے پیار شروع کر دیتی تھی۔ اب جبکہ اِس کو اپنا بچہ مل گیا ہے تو یہ اُسے پا کر اطمینان سے بیٹھ گئی ہے۔ اس کو پتہ ہی نہیں کہ جنگ کے میدان میں بڑے بڑے سردار مارے گئے ہیں، سپاہی زخمی ہوئے ہیں۔ کیا تم نے اِس کی محبت کو دیکھا؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں یارَسولَ اللہ۔ آپؐ نے فرمایا خدا کو اپنی مخلوق سے اِس ماں سے بھی زیادہ محبت ہے۔ جب اُس کا کوئی بندہ گمراہ ہو جاتا ہے تو اُس کو اتنی ہی گھبراہٹ ہوتی ہے اور جب وہ بُھولا ہوا بندہ اُس کی درگاہ میں

واپس آجاتا ہے تو خدا تعالیٰ کو ایسا ہی اطمینان اور ایسی ہی راحت ہوتی ہے جیسے کہ ایک ماں کو اپنے گمشدہ بچے کے مل جانے سے ہوتی ہے۔5 پس بُھولے بھٹکے انسان بھی خدا تعالیٰ کے حضور ایسے ہی ہیں جیسے ایک ماں کا گمشدہ بچہ۔ اور ان کا خدا کے حضور میں واپس آ جانا اور ہدایت پا جانا ایسا ہی ہے جیسے ماں کو اُس کا بچہ مل جائے۔ کوئی ذلیل سے ذلیل اور کمینی سے کمینی ماں بھی اس شخص کے متعلق جو اُس کا گمشدہ بچہ اُس کے پاس لائے یہ نہیں کر سکتی کہ اپنے بچہ کو تو واپس لے لے اور اُس لانے والے کو کہے کہ تم اپنے گھر جاؤ۔ وہ کوشش کرے گی کہ اُس کی خدمت کا اسے موقع ملے اور اس کی عزت کرے گی۔ پس کس طرح ممکن ہے کہ کوئی شخص ایسا سامان کرے جس سے خدا تعالیٰ کے بُھولے بھٹکے بندے اُس کی درگاہ میں واپس آ جائیں اور خدا تعالیٰ اُس کو کہے کہ تم میرے بچہ کو تو لے آئے، یہ مجھے دے دو اور تم جنت سے باہر رہو۔ لازمی بات ہے کہ جو شخص بھی خدا کے بندوں کو واپس لائے گا خدا تعالیٰ جنت میں اُس کا گھر بنائے گا۔ پس یہ ایک طبعی بدلہ ہے جو مسجد بنانے سے نکلتا ہے۔

انسان کے بدلہ دینے اور خدا تعالیٰ کے بدلہ دینے میں یہاں ایک یہ فرق ہے۔ انسان جانتا ہے کہ جو شخص اُس کے گمشدہ بچہ کو واپس لایا ہے اُس کا اپنا بھی گھر ہے، اُس کے اپنے بھی بیوی بچے ہیں جن کو وہ چھوڑ نہیں سکتا۔ مگر خدا تعالیٰ کے معاملہ میں یہ بات نہیں۔ کیونکہ وہاں پر اس شخص کا اپنا کوئی گھر نہیں ہو گا، اس کے بیوی بچے بھی وہیں ہوں گے جہاں خدا اُس کے لیے گھر بنائے گا۔ اِس لیے بندے کی جزاء اور خدا تعالیٰ کی جزاء میں فرق ہے۔ انسان اپنے گمشدہ بچہ کو لانے والے کو چند دن کا مہمان بناتا ہے خدا تعالیٰ اسے ہمیشہ کے لیے اپنے گھر میں جگہ دیتا ہے۔ پھر خدا کا گھر اِتنا وسیع ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی کے بدلہ میں بھی جو مکان ملے گا اُس کی چوڑائی زمین اور آسمان کے برابر ہو گی۔ پس بندہ اپنی وسعت اور حیثیت کے مطابق بدلہ دیتا ہے اور خدا تعالیٰ اپنی حیثیت کے مطابق بدلہ دے گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایک طرف تو یہ فرمایا ہے کہ مسجد کا بنانا ایسا ہے جیسے بھٹ تیتر اپنے انڈے کے لیے جگہ بناتا ہے، جہاں پر اُس کو سیتا اور اُس میں سے بچہ نکالتا ہے۔ یعنی وہ تبلیغ و ہدایت کے لیے افزائشِ نسل کا موجب ہیں اور دوسری طرف آپ نے

اشاعتِ اسلام کے یہ معنے فرمائے ہیں کہ تبلیغ کر کے خدا تعالیٰ کے بُھولے بھٹکے انسانوں کو راہِ راست پر لانا ایسا ہی ہے جیسے کھوئے ہوئے بچہ کو واپس لانا۔

ان دونوں باتوں کے بعد ایک تیسرا نتیجہ بھی طبعی طور پر نکلتا ہے۔ جو یہ ہے کہ اگر مسلمان حقیقی طور پر ترقی کرنا چاہتے ہیں تو ان کو چاہیے کہ اپنے مرکزی کاموں اور مرکزی چیزوں کو بِالخصوص مساجد کو مضبوط بنائیں۔ اسلام نے تمام کاموں کا مرکز مسجد کو قرار دیا ہے۔ مسلمانوں کے تمام کام مساجد میں ہوتے تھے۔ قضاء کا کام مسجدوں میں ہوتا تھا، معلّم مسجدوں میں درس دیتے تھے، فقیہہ مسجدوں میں فقہ کے مسائل بیان کرتے تھے، نمازیں مسجدوں میں ہوتی تھیں، ذکرِ الٰہی مسجدوں میں ہوتا تھا، قومی اجتماع اور قومی کام مسجدوں میں ہوتے تھے، لشکر کشی کے فیصلے مسجدوں میں ہوتے تھے۔ پس مسجد کو اسلام نے یہی نہیں کہ صرف تسبیح پھیرنے کی جگہ بنایا ہے بلکہ قومی اجتماع کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ تبلیغ اور تنظیم کا کام مسجد میں ہوتا ہے۔ جہاد کے متعلق مشورہ کرنا ہو تو مسجد میں ہوتا ہے، نماز پڑھنی ہو تو مسجد میں پڑھی جاتی ہے، ذکرِ الٰہی کرنا ہو تو مسجد میں کیا جاتا ہے، اگر علمی باتوں کے متعلق مجلس ہو تو مسجد میں ہوتی ہے۔ غرضیکہ مسجد مرکز ہے تمام قومی کاموں کا، مرکز ہے تمام اجتماعی کاموں کا، مرکز ہے اندرونی انتظامات کرنے کا، مرکز ہے بیرونی انتظامات کرنے کا۔

یہ ظاہر ہے کہ وہ جماعت جس کا قومی مرکز نہ ہو وہ پورے طور پر اپنی تعلیم اور تبلیغ کو پھیلا نہیں سکتی۔ اس لیے جہاں بھی کوئی جماعت پورے طور پر اپنی تعلیم کو پھیلانا چاہتی ہو۔ اس کے لیے مرکز کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ اول تو شُہرت ہی مرکز سے ہوتی ہے۔ ایک شخص جو تبلیغ کرنے کے لیے باہر جاتا ہے اور وہاں پر کرایہ کے مکان میں رہتا ہے سارے جانتے ہیں کہ اُس کی رہائش یہاں پر عارضی ہے اِس لیے کوئی اثر نہیں ہوتا اور نہ ہی شُہرت ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی اُس کا پتہ دریافت کرے کہ فلاں شخص کہاں رہتا ہے؟ تو کوئی بھی نہیں بتائے گا۔ اور اگر کسی بڑے شہر مثلاً نیویارک یا لندن میں کوئی شخص کسی کا نام لے کر اُس کا پتہ پوچھتا پھرے کہ جی! فلاں شخص کہاں رہتا ہے تو وہ ہنس پڑیں گے۔ کیونکہ کرایہ دار تو ہر مہینے جگہ بدل لیتا ہے لیکن اگر وہاں پر مسجد ہو تو اُس میں چونکہ تبدیلی نہیں ہو سکتی وہ پتہ مشہور ہو جائے گا اور

ہر شخص اِس یقین کے ساتھ پتہ پوچھے گا کہ جو اس جگہ کو جانتا ہے جہاں آج سے کچھ مہینے پہلے مرکزِ تبلیغ تھا اس کا علم اب بھی میرے لیے صحیح ثابت ہو گا (ہم تو پھر بھی یہ کہتے ہیں کہ بعض مجبوریوں میں تبدیلی ہو سکتی ہے مگر دوسرے مسلمانوں کے نزدیک تو کسی صورت میں بھی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ گو ہمارے نزدیک بھی تبدیلی والی صورت بالکل شاذ ہے ورنہ عام حالات میں ہم بھی یہی مانتے ہیں کہ مسجد میں تبدیلی نہیں ہو سکتی)۔

غرض اگر اس شہر میں مسجد ہو گی تو یہ چونکہ ایک مستقل مرکز ہے اس لیے آہستہ آہستہ لوگوں میں اس کی شُہرت ہو جائے گی اور پھر وہ شُہرت بڑھتی چلی جائے گی۔ پھر چاہے برلن جیسے شہر میں یا نیویارک جیسے شہر میں بھی کوئی شخص پوچھے گا کہ مسجد کہاں ہے؟ تو وہ بتا دیں گے۔ جب مَیں لنڈن گیا تو مجھے اِس کا تجربہ ہوا۔ لندن کتنا بڑا شہر ہے۔ اگر نیویارک اِس سے بڑھ نہیں گیا تو وہ دنیا میں سب سے بڑا شہر ہے۔ اور اگر نیویارک اس کے برابر ہو چکا ہے تو دو بہت بڑے شہروں میں سے ایک ہے۔ جب مَیں لندن گیا ہوں تو ہم مسجد سے دور ایک اَور جگہ پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ پہلی دفعہ جب جمعہ پڑھنے کے لیے ہم مسجد کی طرف گئے تو اتفاقاً موٹر میں بیٹھے۔ لوگوں میں سے کسی کو بھی مسجد کا صحیح پتہ معلوم نہ تھا۔ نہ ہمیں یاد رہا کہ مسجد کا پتہ پوچھ لیں اور نہ ہی مسجد والوں کو اِس کا خیال آیا کہ وہ ہم کو بتا چھوڑتے۔ اتفاق کی بات ہے جس موٹر میں ہم سوار ہوئے۔ اُس کا ڈرائیور بھی لندن کے باہر کا تھا۔ اُس کو بھی لندن کا پورا علم نہیں تھا۔ ہم کو صرف اتنا پتہ تھا کہ مسجد پٹنی میں ہے۔ اب پٹنی ایک علاقے کا نام ہے۔ جیسے امرتسر ہے یا شاید لدھیانہ یا سیالکوٹ کے برابر ہو گا۔ اب نہ موٹر والے کو مسجد کی جگہ کا پتہ کیونکہ وہ دوسری جگہ سے کرایہ پر موٹر لے کر آیا ہوا تھا اور نہ ہی ہمیں اُس کا کوئی پتہ معلوم تھا۔ ہم بہت گھبرائے کہ نماز کا وقت ہو چکا ہے لوگ مسجد میں جمع ہوں گے اور ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔ یہ پہلا جمعہ تھا جو ہم نے وہاں پر پڑھنا تھا۔ خیال تھا کہ اگر ہم وقت پر نہ پہنچ سکے تو لوگوں پر بُرا اثر پڑے گا کہ یہ لوگ وقت کے بھی پابند نہیں۔ موٹر والے کو صرف جہت کا پتہ تھا وہ اُس طرف موٹر لے گیا۔ اُس علاقہ میں ایک شخص کو ہم نے دیکھا جو موٹر سائیکل لیے ایک شخص سے جو موٹر میں سوار تھا باتیں کر رہا تھا۔ ہم نے ڈرائیور سے کہا ان سے

پتہ پوچھو۔ اُس نے ان سے پتہ دریافت کیا تو موٹر سائیکل والا شخص کہنے لگا لنڈن ماسک (London Mosque)۔ ہاں مَیں جانتا ہوں۔ چنانچہ وہ ہمارے ساتھ آیا اور مسجد کے دروازہ تک چھوڑ کر واپس گیا۔ جہاں وہ شخص ہمیں ملا تھا وہ جگہ مسجد سے کوئی دواڑھائی میل کے فاصلہ پر تھی۔ اب یہ مسجد کے نام کی خوبی تھی۔ حالانکہ وہ ابھی بنی بھی نہیں تھی کیونکہ مَیں نے جاکر اُس کی بنیاد رکھی تھی۔ صرف مسجد کی جگہ کی وجہ سے وہ زمین "مسجد لنڈن" کے نام سے مشہور ہو گئی تھی۔ اگر کرایہ کی جگہ پر نماز ہوا کرتی تو کسی کو بھی اس جگہ کا علم نہ ہوتا۔ یہاں تک کہ سڑک کی نُکڑ پر رہنے والوں کو بھی پتہ نہ ہوتا۔

پس جہاں پر جماعت کا مرکز ہو وہاں دین کا کام کرنے میں بھی آسانی ہوتی ہے اور ملنے کے لیے آنے والے لوگوں کے لیے بھی سہولت ہوتی ہے۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ جہاں پر مرکز ہو گا۔ قدرتی طور پر جماعت کے لوگ بھی اُس کے ارد گرد مکان بنائیں گے تا کہ مرکز کے قریب رہیں، نہیں تو مکان اُس کے قریب کرایہ پر ہی لے لیں گے۔ لیکن یہ خوبی کرایہ کی جگہ میں نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اگر کسی شہر میں کرایہ کی جگہ لے کر اُس میں مبلغ رہتا ہے تو دوسرے لوگ اِس طرح اُس کے قُرب میں آنے کی کوشش نہیں کریں گے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ کرایہ کی جگہ ہے۔ اگر کل اِس کو نکال دیا گیا تو پھر ہم کو بھی نکلنا پڑے گا۔ لیکن اگر مستقل طور پر اپنا مرکز ہو تو پھر خواہ لوگوں کو اس کے آس پاس آ کر کرایہ پر رہنا پڑے وہ کوشش کریں گے کہ مرکز کے قریب رہیں اور اس طرح تبلیغ اور تربیت کے کام میں بہت آسانی ہو جاتی ہے۔ پھر مسجد ایک ایسی جگہ ہے کہ پانچوں وقت اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی آواز وہاں سے اُٹھتی ہے جس کے ذریعہ سے تبلیغ ہوتی رہتی ہے۔ مساجد کے اندر ایسا سامان بیج کے طور پر ہوتا ہے جس سے اسلام کی شعاع مسجد سے نکلنا شروع ہوتی ہے اور بڑھتے بڑھتے پھر وہ اَور شعاعوں کا مرکز بن جاتا ہے۔

پس یہ حدیث ہمیں اِس طرف توجہ دلاتی ہے کہ جس طرح بھٹ تیتر زمین میں گڑھا کھودتا ہے اور اُس میں انڈے سیتا ہے اور کچھ دنوں کے بعد اُس میں سے بچہ نکل آتا ہے اِسی طرح مساجد بظاہر مٹی اور گارے کی بنی ہوئی ہوتی ہیں لیکن اتنے فوائد اپنے اندر رکھتی ہیں کہ

ان کے اندر سے روحانی پرندے پیدا ہوتے ہیں اور اُن پر خدا کی برکات نازل ہوتی رہتی ہیں۔ پس اِس نکتہ کے ماتحت میں نے ایک فیصلہ کیا ہے جس کا اعلان آج کے خطبہ میں کرنا چاہتا ہوں (قادیان سے باہر ہونے کی حالت میں اعلان کرنے کا افسوس بھی ہے کہ ایک محدود طبقہ میں ہوتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے ہمیں ایسا سامان دے رکھا ہے کہ خطبہ شائع ہو کر تمام جماعت تک پہنچ جاتا ہے)۔ مَیں نے سوچا ہے کہ ہندوستان میں اشاعتِ اسلام میں جو کوتاہی ہوئی ہے اُس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے موزوں جگہوں میں مرکز بنانے کی طرف توجہ نہیں کی جو ہندوستان اور ہندوستان سے باہر اشاعتِ اسلام کے لیے بیج کا کام دیں۔ اور مَیں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہندوستان میں جو اہمیت رکھنے والی جگہیں ہیں وہاں پر ایسے مراکز قائم کیے جائیں جن کے اخراجات کا ایک حصہ گو لوکل جماعت پر ڈالا جائے مگر چونکہ وہ مقامات بہت گراں ہیں اور وہاں کی جماعتیں چھوٹی ہیں اِس لیے ہم بھی مرکزی ذمہ داری اور جماعتی نظام کے ماتحت ان کی امداد کریں اور کمی کو مرکز سے پورا کریں۔ جس طرح گورنمنٹ سرحدوں پر بعض انتظامات کے لیے خرچ کرتی ہے۔ مگر چونکہ اُن اخراجات کا موجب مقامی ضروریات نہیں ہوتیں بلکہ فوجی ضروریات ہوتی ہیں اِس لیے وہ اُس کا ایک حصہ ملٹری ضروریات کے لحاظ سے مرکز پر ڈال دیتی ہے اور فیصلہ کر دیتی ہے کہ اگر آمد خرچ سے کم رہی تو اس کمی کو ملٹری پورا کر دے گی۔ اِسی طرح اگر ہم بھی اِس قسم کے مراکز قائم کرنے کا بوجھ مرکزی جماعت پر ڈال دیں کہ جو کمی رہ جائے اُس کو جماعتی ذمہ داری کے ماتحت پورا کیا جائے تو اِس سے اشاعتِ اسلام کا کام زیادہ آسان ہو جائے گا۔

مَیں نے سوچا ہے کہ ہندوستان میں اِس طرح کی سات جگہیں ہیں جن جگہوں میں ہمارے مرکز قائم ہونے ضروری ہیں۔ ان میں سے **ایک جگہ پشاور** ہے جہاں پر ہمارا مرکز ہونا ضروری ہے۔ گو وہاں پر ہماری مسجد موجود ہے مگر وہ چھوٹی ہے۔ یہ شہر صوبہ سرحد کا دار السلطنت ہونے کے علاوہ یہ اہمیت بھی رکھتا ہے کہ ایک طرف افغانستان کا دروازہ ہے ایک طرف روس ہے اور ایک طرف ہندوستان ہے۔ گویا یہ شہر ایک قسم کا سہ حدّہ ہے۔ یہاں پر ہمارا ایک مضبوط مرکز ہونا چاہیے جس میں ایک بڑی مسجد ہو، لائبریری ہو، مہمان خانہ ہو،

مبلغ کے رہنے کا مکان ہو تا کہ اس مرکز سے تبلیغِ اسلام وسیع طور پر کی جاسکے اور فارسی، پشتو اور ان علاقوں کے لیے دوسری مناسب زبانوں میں وہاں پر لٹریچر رکھا جائے۔ اِسی طرح دوسرا مرکز کراچی ہے۔ یہ شہر ایران، بلوچستان اور عراق کا مرکز ہے۔ عرب کا دروازہ ہے جو ملک ہمارے لیے اسلام اور ہدایت کا موجب ہوا۔ ایک حصہ افغانستان کا بھی ملتا ہے اور پھر ایک طرف سے کچھ مارواڑ کا علاقہ ہے۔ پس ان تمام علاقوں کے لیے کراچی بھی ایک اہم مرکز ہے۔ وہاں بھی ہماری ایک مسجد اور اُس کے ساتھ لائبریری اور مہمان خانہ اور مبلغ کے لیے رہنے کا مکان ہونا چاہیے۔ اور عربی، فارسی، پشتو، سندھی وغیرہ زبانوں میں ان ممالک کے لیے لٹریچر ہو تو یہاں سے بہت دور دور تک تبلیغ پہنچائی جاسکتی ہے۔

پھر ہندوستان میں اِسی قسم کی ایک اہم جگہ بمبئی ہے۔ یہ ہندوستان میں دوسرے نمبر کا شہر ہے اور غالباً تمام دنیا میں چھٹے درجہ کا ہے اور پھر اِس لحاظ سے بھی یہ جگہ اہم ہے کہ یورپ کا دروازہ ہے۔ پھر حج کے لیے جانے کا بھی مرکز ہے، افریقہ کا بھی راستہ ہے، مشرقی افریقہ کے تمام ممالک کے جہاز یہیں آکر ٹھہرتے ہیں۔ پس یہ بھی بہت بڑا مرکز ہے جو یورپ، مصر، شام، فلسطین، عدن، یمن اور حج کو جانے والوں کا مرکز ہے۔ اِس لیے یہ جگہ بھی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ یہاں پر بھی ہماری مسجد، مہمان خانہ، لائبریری اور مبلغ کے رہنے کا مکان ہونا چاہیے اور مختلف زبانوں کا لٹریچر رکھا جائے۔ بڑے بڑے شہروں میں لوگوں کو رہنے کے لیے جگہ نہیں ملتی اور اگر مل بھی جائے تو بہت خرچ ہوتا ہے۔ اس لیے اگر ہمارا مہمان خانہ ہو تو ہمارا کوئی زیادہ خرچ نہیں ہو گا مگر تبلیغ کے لیے بہت مفید ہو گا اور اشاعتِ اسلام کا ذریعہ بن جائے گا۔

چوتھی جگہ مدراس ہے جو تمام جزائر سیلون، سماٹرا، جاوا، سٹریٹ سیٹلمنٹ کا دروازہ ہے، برما اور جاپان کا بھی دروازہ ہے ہے، اِسی طرح ساؤتھ امریکہ کا دروازہ ہے۔ اور یہاں پر بعض پرانی قومیں آباد ہیں جن کو ڈریویڈینز (DRAVIDIANS) کہتے ہیں۔ ان کی زبان بھی پرانی ہے، یہاں بیٹھے بیٹھے اُن کو تبلیغ نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ہمارا ایک مرکز مدراس میں ہونا ضروری ہے۔

اس قسم کا پانچواں مقام کلکتہ ہے جو ہندوستان کا سب سے بڑا شہر ہے جو ایک طرف

برما، جاپان اور جزائر کا دروازہ ہے اور دوسری طرف یورپ اور امریکہ کا دروازہ ہے۔ چونکہ یہ بڑا بھاری شہر ہے اور ہندوستان کا پرانا دارالامارۃ ہے اِس لیے بعض کمپنیوں کے جہاز بمبئی کی بجائے سیدھے کلکتہ آتے ہیں۔ پھر یہ بنگال کا دارالامارۃ ہے۔ پنجاب کی کُل آبادی اڑھائی کروڑ ہے جس میں سے نصف مسلمان ہیں۔ لیکن بنگال کی کُل آبادی پانچ کروڑ سے زیادہ ہے جس میں سے نصف مسلمان ہیں۔ گویا پنجاب میں جتنے ہندو، سکھ اور مسلمان ہیں بنگال میں اتنی تعداد صرف مسلمانوں کی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ پس یہ خاص اہمیت رکھنے والا صوبہ ہے اور کلکتہ ایک ایسا اہم مقام ہے کہ جہاں پر ہمارا مرکز ہونا نہایت ضروری ہے جس میں مسجد ہو، مہمان خانہ ہو، لائبریری ہو، مبلغ کے رہنے کا مکان ہو اور مختلف زبانوں میں لٹریچر رکھا جائے۔

پھر کلکتہ سے واپس لوٹتے ہوئے راستے میں دہلی ہے جو سارے ہندوستان کا دارالامارۃ ہے اور آجکل خصوصیت سے چاروں طرف سے مختلف قسم کے لوگوں کی ایک خاصی تعداد یہاں آ کر بسی ہوئی ہے جو جنگی کاموں کے سلسلہ میں آئے ہوئے ہیں۔ پھر یہاں پر مرکزی اسمبلی ہے اور راجے مہاراجے ہندوستان کا صدر مقام ہونے کی وجہ سے یہاں آ کر رہتے ہیں۔ غرضیکہ یہ جگہ ہندوستان کا مرکزی مقام ہے اور یہاں پر بھی احمدیت کا مرکز قائم کرنے کے لیے مسجد کے لیے ایسی جگہ ہونی چاہیے جو اس مرکزی شہر کی شان کے مطابق ہو۔ اور صرف دہلی کی جماعت پر اِس کام کو چھوڑ دینا مناسب نہیں۔ اِس لیے ضرورت ہے کہ مرکزی جماعت اِس کام کی ذمہ داری لے اور جماعت سے پوری قربانی کروانے کے بعد مرکزی طور پر امداد کا انتظام کروائے۔

پھر وہاں سے اِدھر آ کر لاہور ہے۔ یہاں پر مسجد بھی موجود ہے اور جماعت بھی کافی تعداد میں ہے۔ لیکن لاہور جیسے شہر کے لیے جو پنجاب کا مرکز ہے اِس بات کی ضرورت ہے کہ یہاں پر ایک وسیع مسجد ہو۔ موجودہ مسجد اِتنی چھوٹی ہے کہ اگر ساری جماعت کے دوست آئیں تو اِس میں سما نہیں سکتے۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ لاہور میں قیام کے دوران میں جب مَیں جمعہ پڑھانے کے لیے مسجد میں جایا کرتا تھا تو لوگ گلی میں اور چھتوں پر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے کیونکہ مسجد کے اندر جگہ نہیں ہوتی تھی۔ پس وہ مسجد تو جماعت کی موجودہ وسعت کے لحاظ سے

بھی ناکافی ہے چہ جائیکہ جماعت کی آئندہ ترقی کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے کافی سمجھ لیا جائے۔ اگر پورے زور سے تبلیغ کی جائے گی جیسا کہ چاہیے تو وہ مسجد بہت جلد بالکل ناکافی ثابت ہو گی۔ پس پنجاب کے اِس مرکزی شہر کے لیے بھی ضروری ہے کہ یہاں پر ایک وسیع مسجد ہو جس کے ساتھ لائبریری ہو، مہمان خانہ ہو، مبلغ کا مکان بھی ہو اور مختلف زبانوں میں لٹریچر بھی موجود ہو۔

یہ سات مقامات ایسے ہیں کہ میرے نزدیک اِس وقت ہندوستان میں ان جگہوں پر ہمارے مراکز ہونے نہایت ضروری اور لازمی ہیں اور مَیں سمجھتا ہوں کہ لَوْ کَمَفْحَصِ الْقَطَاةِ لِلْبِیْضِ کی حدیث میں اِس طرف خاص طور پر اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر ترقی چاہتے ہو تو جس طرح جانور گڑھا کھودتا ہے اور اُس میں اپنے انڈے کو سیتا ہے اور پھر اُس سے بچے نکلتے ہیں۔ اِسی طرح تم بھی مسجدوں کو زیادہ کرو۔ کیونکہ ترقی اِسی طریق سے ہو سکتی ہے۔ اور اِس وجہ سے فرمایا کہ یہ مت سمجھو کہ اگر تم نے پوری مسجد نہ بنائی تو تم کو کیا ملنا ہے۔ اگر تم نے اس کا تھوڑا حصہ بھی بنایا ہو گا تو خدا کے نزدیک اُس کی جنت میں گھر لینے کے مستحق ہو گے۔ خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان سے پہلے سے یہ الفاظ کہلوا دیے کہ چونکہ تم مسجد بنانے میں حصہ لے کر اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے لیے ایک مرکز قائم کرتے ہو اور چونکہ اِس طریق سے گم گشتہ انسانوں کو واپس لاتے ہو۔ اِس لیے ساری مسجد کا سوال نہیں بلکہ اگر تم نے اتنا بھی حصہ لیا ہے جتنا کہ جانور کے انڈا رکھنے کی جگہ ہوتی ہے تو چونکہ تم خدا کے گم گشتہ بندے کو خدا کے گھر میں واپس لانے کا موجب ہوئے ہو اس لیے خدا تعالیٰ تمہارا گھر جنت میں بنائے گا۔ اور اِس طرح رغبت دلائی کہ چھوٹی سے چھوٹی نیکی کے بدلہ میں بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے وسیع انعام ملے گا۔ تم نے اپنی حیثیت کے مطابق اور اپنی طاقت کے مطابق کام کیا اور خدا اِس کے بدلہ میں وہ انعام دے گا جو اُس کی حیثیت کے مطابق ہو گا اور اِس طرح سے اِس بات پر آمادہ کیا کہ کہیں اپنی کوششوں کو حقیر سمجھ کر پیچھے نہ ہٹ جانا۔ اگر تھوڑی سی نیکی بھی تم کرو گے تو خدا اُس کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ اُس کو بڑھائے گا۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن اُس تھوڑی نیکی کے بدلہ میں بھی تمہیں وسیع انعام ملے گا۔ پس

مَیں نے فیصلہ کیا ہے کہ ان سات مقامات کی مساجد بنانے کے لیے مرکزی جماعت کو ذمہ دار قرار دیا جائے۔ میرا اندازہ ہے کہ اِن سات جگہوں پر کم از کم سات لاکھ روپیہ خرچ آئے گا۔ چالیس پچاس ہزار روپیہ ایک مسجد کے لیے زمین خریدنے پر اور چالیس پچاس ہزار روپیہ اوپر کی عمارت پر کم از کم خرچ آئے گا۔ کچھ جگہیں ایسی بھی ہیں کہ شاید وہاں پر کم خرچ ہو۔ مثلاً کراچی میں زمین نسبتاً سستی ہے۔ اب تو شاید جنگ کی وجہ سے وہاں بھی مہنگی ہوگئی ہو۔ اِسی طرح ممکن ہے پشاور میں بھی کم خرچ ہو۔ لیکن بمبئی اور کلکتہ میں لاکھ یا سَوا لاکھ یا ڈیڑھ لاکھ روپیہ خرچ ہو گا۔ پس اوسط اندازہ سات لاکھ روپے کا ہے۔ بعض جگہوں پر وہاں کی مقامی جماعت کی طرف سے بھی کافی رقم اکٹھی ہو جائے گی۔ مثلاً بمبئی کی جماعت بھی کچھ رقم دے گی اور کچھ حیدر آباد والے بھی جو بمبئی سے خاص تعلق رکھتے ہیں۔ اِس کام میں بمبئی کی مدد کریں گے، باقی رقم مرکز چندہ کر کے ادا کرے گا۔ کلکتہ کی جماعت نے تو پچاس ہزار روپیہ زمین کے لیے جمع کر لیا ہے اور انہوں نے امید دلائی ہے کہ اوپر کی عمارت کے لیے بھی ہم اَور رقم جمع کریں گے تو گویا بہت ساری رقم وہاں سے ہی مل جائے گی اور شاید تھوڑی مدد ہمیں دینی پڑے۔ اِسی طرح دہلی کی جماعت نے تیس ہزار کے وعدے بھیجے ہیں۔ وہاں بھی چالیس ہزار کی زمین خریدی جارہی ہے۔ امید ہے کہ زمین کی قیمت وہاں کی جماعت خود ہی ادا کر دے گی۔ فِی الْحال ہم نے اُن کو زمین خریدنے کے لیے روپیہ قرض دے دیا ہے۔ امید ہے کہ اس جگہ کی مسجد کے لیے اور یہاں پر مرکز قائم کرنے کے لیے کچھ روپیہ وہاں کی مقامی جماعت اَور دے دے گی اور کچھ حصہ ہمیں مرکزی ذمہ داری کے ماتحت ادا کرنا پڑے گا۔ پس بمبئی، کلکتہ اور دہلی میں کام شروع ہو چکا ہے۔ کراچی میں بھی جلدی شروع ہو جائے گا۔ ہماری جماعت کے بہت سے دوستوں کی سندھ میں زمینیں ہیں۔ ممکن ہے سارا یا بہت سا حصہ وہاں سے پورا ہو جائے۔ لاہور میں بھی ہمیں وقت پر سستی زمین مل گئی تھی وہاں پر اچھی وسیع مسجد بن جائے گی۔ باقی مدراس اور پشاور میں ابھی کوئی کوشش نہیں ہوئی۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ ارادہ کی دیر ہے۔ اِس طرح اگر خدا چاہے تو ایک دو سال میں اِن سات مقامات پر ہمارے مرکز قائم ہو سکتے ہیں۔

اِس وقت مَیں کوئی چندہ کی تحریک نہیں کر رہا۔ مَیں یہ اعلان صرف اِس لیے کر رہا ہوں تا کہ جماعت آمادہ رہے کہ آئندہ ہمارے پروگرام میں سات ایسے مقامات ہیں جہاں پر ہمارا مرکز ہونا نہایت ضروری ہے۔ پس جماعت کو تیار کرنے کے لیے مَیں یہ اعلان کر رہا ہوں۔ تا کہ وقت پر اِس کام کے لیے احباب پورا پورا حصہ لے سکیں۔ مَیں نے وقف جائیداد کی تحریک کی تھی اور اِس وقت تک اندازہ ہے کہ ایک کروڑ یا اِس سے زیادہ کی جائیدادیں وقف ہو چکی ہیں۔ پس اگر اِس تحریک میں کچھ کمی رہ جائے گی تو وقف کی تحریک سے پوری ہو سکتی ہے۔ مثلاً اگر تین چار لاکھ روپیہ چندہ جمع ہو جائے تو باقی تین لاکھ رہ جاتا ہے جو اگر وقف جائیداد سے پورا کر لیا جائے تو واقفین کو صرف تین فیصدی اپنی جائیداد کا دینا پڑے گا جو کچھ زیادہ نہیں۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے اعلان کیا ہوا ہے وقفِ جائیداد والی سکیم تو آخری سہارا ہے۔ جس طرح فوج اپنے لیے ایک آخری خندق بناتی ہے کہ اگر فلاں جگہ سے پیچھے ہٹنا پڑا اور فلاں جگہ سے بھی پیچھے ہٹنا پڑا تو اس آخری خندق کو استعمال کریں گے۔ اِسی طرح وقفِ جائیداد میں سے اِس کمی کو پورا کرنا بھی آخری خندق ہے جو اُسی وقت استعمال ہو سکتی ہے جب کوئی اَور صورت نہ ہو۔ اِس لیے پہلی کوشش یہی ہو گی کہ طوعی تحریک کے ذریعہ سے اس رقم کو پورا کیا جائے۔

مَیں سمجھتا ہوں جس قسم کی بیداری ہماری جماعت کے قلوب میں پیدا ہو رہی ہے اُس کے سامنے یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو فرمایا تھا سَیَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَآءِ[6] کہ تیری مدد ایسی جماعت کرے گی جس پر ہم آسمان سے وحی نازل کریں گے۔ چنانچہ مَیں دیکھتا ہوں کہ جماعت کے اندر جو مالی قربانی کا مادہ پیدا ہو رہا ہے یہ اُس الٰہی وحی کا نتیجہ ہے جو آسمان سے خدا تعالیٰ ان کے دلوں پر نازل کرتا ہے۔ کوئی تحریک ہو وہ خدا کے فضل سے بہت کامیاب ہو جاتی ہے۔ خصوصاً ان دو تین سالوں میں جماعت نے اِس نصرت الٰہی کا بہت اچھا نمونہ دکھایا ہے۔ اِس سال تین لاکھ سے اوپر تحریک جدید کا چندہ ہوا اور ڈیڑھ لاکھ کے قریب کالج کا چندہ ہوا ہے اور دوسرے طوعی چندے ملا کر چھ سات لاکھ کے قریب بن جاتا ہے جن میں سے چار پانچ لاکھ وصول ہو چکا ہے۔

یہ ایسی قربانی ہے کہ دو تین سال میں بھی جماعت نے اِتنی قربانی نہیں کی جتنی کہ اِس سال کی ہے۔ پس اس کام کے لیے پہلے طوعی تحریک کے ذریعہ چندہ کیا جائے گا اور اگر یہ رقم پوری نہ ہوئی تو پھر وقف جائیداد والی چیز تو بہر حال ہمارے پاس موجود ہی ہے۔ لیکن میرا منشایہ نہیں کہ ابھی سے اس سکیم کو شروع کر دیا جائے۔ کیونکہ اگر یکدم شروع کر دیا جائے تو ہمارے پاس اتنے مبلغ کہاں سے آئیں گے۔ ابھی تو ان کے تیار ہونے میں بھی تین چار سال لگ جائیں گے۔ سرِ دست دہلی، کلکتہ اور ممبئی تین جگہیں ہیں جہاں پر کام شروع ہو گیا ہے۔ کلکتہ میں جماعت نے چالیس پچاس ہزار کے قریب رقم جمع کر لی ہے۔ دہلی میں بھی زمین خریدی جا رہی ہے۔ بمبئی میں زمین کا انتظام ہو رہا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ سر دست وہاں کی جماعت کو زمین کی قیمت قرض کے طور پر دے دی جائے۔ پھر کچھ حصہ اُس علاقہ کے احمدیوں سے وصول کیا جائے اور باقی رقم تمام دوسری جماعتوں سے چندہ کر کے لی جاوے۔ سب سے مقدم زمین کا خریدنا ہے۔ زمین ہو تو اگر ہم چھپر ڈال کر ہی کام شروع کر دیں یا خیمہ لگا کر ہی وہاں مبلغ بیٹھ جائے اور بورڈ لگا دے تب بھی ایک شُہرت ہو جائے گی جو اشاعتِ اسلام اور تبلیغ کا موجب ہو گی اور اس طرح ایک طاقت اور قوت پیدا ہو گی۔ بہر حال اِس قسم کے مراکز کی اشد ضرورت ہے تا کہ کثرت سے اشاعتِ اسلام ہو سکے اور لوگوں پر دھاک بیٹھ جائے اور یہ رَو پیدا ہو جائے کہ ہندوستان میں اگر طاقتور اور فعّال جماعت ہے تو صرف جماعت احمدیہ ہی ہے۔ اگر ہم یہ رَو پیدا کر دیں تو پھر جب ہمارا مبلغ امریکہ میں یا کینیڈا میں جائے گا اور وہاں کے لوگ کہیں گے کہ آپ کو ہم نہیں جانتے تو جو امریکن یا کینیڈین یہاں ہندوستان میں ہمارے کام کو دیکھ چکے ہوں گے وہ آگے بڑھیں گے اور کہیں گے کہ ہم جانتے ہیں۔ ہندوستان میں اگر کام کرنے والی اور زندہ جماعت ہے تو یہی ہے۔ پس اِس وقت کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اِس وقت کثرت سے غیر ممالک کے لوگ یہاں آئے ہوئے ہیں۔ چاہیے کہ بمبئی، کلکتہ اور دہلی میں کم از کم زمین فوراً خرید لی جائے اور پھر وہاں پر قناتیں لگا کر یا چھپر ڈال کر اور بورڈ لگا کر اور مختلف زبانوں کا لٹریچر لے کر ہمارے مبلغ بیٹھ جائیں تا کہ ان مقامات پر احمدیت کے مرکز قائم ہو جائیں۔

مَیں اِس خطبہ کے ذریعہ جماعت کواِس بات کے لیے تیار کرنا چاہتاہوں کہ ابھی سے ہندوستان کی جماعتی تبلیغ کے مراکز کی طرف وہ اپنی توجہ پھیرلے۔ اور ابھی سے ایسی مضبوط بنیاد تیار کرلی جائے کہ جب ہمارے مبلغ تیار ہو جائیں توہندوستان کے تمام علاقوں پر یک لخت تبلیغی دھاوا بولا جاسکے۔ اور جو دلوں کا لوہا عذاب الٰہی کی آگ سے نرم ہو رہاہے۔ اُس کو پیشتر اِس کے کہ وہ ٹھنڈا ہو کُوٹ لیا جائے۔ کیونکہ جب تک لوہا گرم ہو اُس کو کُوٹنا آسان ہوتا ہے۔ مگر جب وہ ٹھنڈا ہو جائے تو پھر اُس کو کُوٹنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے"۔

(الفضل4/ اگست،1944ء)

---

1 :آل عمران:97

2 :مسند احمد بن حنبل، جلد 1، صفحہ 399 نمبر 2158 مسند اہل بیت مسند عبد اللہ بن عباس بیروت لبنان 1994ء میں"مَنْ بَنٰی لِلّٰهِ مسْجِدًا وَلَوْ كَمَفْحَصِ قَطَاةٍ لِبَيْضِهَا بَنَی اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ" کے الفاظ ہیں۔

3 :بھٹ تیتر: ایک قسم کا تیتر جس کا رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے۔(بھٹ: غار۔ کھوہ)

4 :بخاری کتاب بدء الوحی۔ باب كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰه.........

5 :بخاری کتاب الادب باب رَحْمَةِ الولد و تقبیلہ و معانقتہ

6 :تذکرہ صفحہ 50۔ ایڈیشن چہارم میں يَنْصُرُكَ کے الفاظ آتے ہیں۔